ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW

CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.03 (2025)

عصمت چغتائی کے افسانوں میں عورت کا سماجی تصور

THE SOCIAL CONCEPT OF WOMEN IN THE STORIES OF ISMAT CHUGHTAI

Dr. Uzma Noreen,
Lecturer G.C Women University Sialkot
Dr. Saima Iqbal,
Assistant Professor Urdu Department Government College University Faisalabad
drsaimaiqbal@gcuf.edu.pk
Dr. Muhammad Rahman,
Assistant Professor Urdu Department, Hazara University Mansehra

Abstract

The environment in which a person is born and raised shapes his thought. This is why the artist eflects both the positive and negative aspects of society in his art. We all know that the involvement of his family heritage, environment, society and social and political conditions is an essential part of the construction and formation of a person's thought. Therefore, the intellectual development of a writer cannot be studied without keeping these points in mind.
Similarly, the environment and society around him have also played a major role in the construction and formation of the intellectual development of Ismat Chughtai. When Ismat Chughtai opened his eyes, he found a respectable and highly educated family. His elder brother Azeem Beg Chughtai played an important role in Ismat's education and upbringing. Ismat got all kinds of comfort and luxuries from his childhood, but a major reason for the lack of education and upbringing of Ismat Chughtai was the fact that he had many brothers and sisters. This is the reason why he was deprived of the love he should have received in his childhood. Yes, there must have been people around him in the form of servants
Due to the education of his parents, he definitely got mental and intellectual freedom. This is the reason why the free atmosphere of the house in which Ismat was raised promoted boldness, self-reliance and rebellion in his nature from the very beginning. Then the surrounding conditions and deep observation of life also played an important role in the formation of his thoughts

اردو کی خواتین افسانہ نگاروں میں عصمت چغتائی کا نام نہایت اہم ہے۔انھوں نے ادب میں عورتوں کے نفسیاتی مسائل کو جس طرح سب کے سامنے لایا وہ قابل تحسین وآفرین ہے۔انھوں نے عورت کی گھریلو زندگی کے مسائل کھل کر بیان کیے اور اس طرح ایک اہم افسانہ نگار قرار پائیں۔ان کے ہاں جنسی گھٹن، ناآسودگی اور بعض غیر فطری حرکات وسکنات بڑے کھلے ڈھلے انداز میں سامنے آتے ہیں۔

عصمت کے نام پر ادب کے قارئین کی متضاد آرا سامنے آئی ہیں۔ کوئی ان کا نام دیکھ کر ہی خوشی سے اچھلتا ہے تو کچھ حضرات لاحول پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ان کی مثال خواتین افسانہ نگاروں میں ایسی ہے جیسے مرد افسانہ نگاروں میں منٹو کی ہے۔اس حوالے سے کرشن چندران کے افسانوی مجموعے "چوٹیں" کے دیباچے میں یوں لکھتے ہیں:

> "عصمت کا نام آتے ہی مرد افسانہ نگاروں کو دورے پڑنے لگتے ہیں۔ شرمندہ ہوتے ہیں، آپ ہی آپ خفیف ہوتے ہیں۔ یہ دیباچہ بھی اسی حقیقت کو مٹانے کا ایک نتیجہ ہے"(۱)

پطرس بخاری عصمت چغتائی کے حوالے سے یوں گویا ہیں:

> "جنس کے اعتبار سے اردو میں کم وبیش عصمت کو وہی مرتبہ حاصل ہے جو ایک زمانہ میں انگریزی ادب میں جارج ایلیٹ کو نصیب ہوا۔ جیسے ادب کا ٹینس ٹورنامنٹ ہے۔ جس میں عورتوں اور مردوں کے میچ علیحدہ ہوتے ہیں۔"(۲)

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.03 (2025)

اسی طرح رشید احمد صدیقی کی صاحبزادی سلمیٰ صدیقی بھی عصمت چغتائی کے بارے میں اس طرح لکھتی ہیں:

> "عصمت کو جن لفظوں سے نفرت ہے ان میں ایک لفظ شوہر پرست ہوں۔یعنی پتی ورتا استری کا بھی اضافہ کر دیجیے۔ عورتوں کی اس صنف سے عصمت چغتائی کو ایسا بیر ہے کہ محض عصمت چغتائی کی تحریر کے آسرے پر عورتوں نے آج کل پتی ورتائیت کی قید سے رسیاں تڑا کر مرد کے شانہ بشانہ چلنا شروع کر دیا ہے۔"(۳)

عصمت کے ہاں خواتین کی زندگی کے وہ مسائل نظر آتے ہیں جو دوسرے افسانہ نگاروں نے چھپا کر رکھے۔ لیکن عصمت چوں کہ خود بھی خاتون تھی اور دوسرا ان کے ہاں ان مسائل کا کھلے عام اظہار ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مختلف قسم کے جذبات اور احساسات کی ترجمانی کرتی ہوئی نظر آتی ہیں، وہ جن باتوں کو جس طرح دیکھتی ہیں جس طرح محسوس کرتی ہیں بالکل اُسی طرح سے پیش کرتی ہیں۔ان کے ہاں زندگی کے نفسیاتی اور سماجی مسائل کا بیانیہ سب سے الگ تھلگ اور منفرد ہے۔اپنی اسی صاف گوئی کی وجہ سے وہ ادب میں متنازعہ حیثیت سے مشہور ہیں۔وہ مسائل کو بے رحمی اور بے دردی سے لکھتی ہیں اور اس طرح ان کے ہاں ایک منفرد زاویہ نظر آتا ہے اس حوالے سے وہ خود بھی کہتی ہیں:

> "میری کوئی کہانی تخیل کی پیداوار نہیں۔ جب کوئی مسئلہ دماغ میں الجھ جاتا ہے تو ایک بے نام سی خلش ہوتی ہے اور کہانی کی صورت میں ایک بوجھ سا دل میں اثر کر جاتا ہے۔ وہ جسے کیفیت کہتے ہیں،انسان کے دل میں اس وقت پیدا ہوتی ہے، جب وہ کسی واقعہ یا پابندی سے متاثر ہوتا ہے۔ جھنجھلاہٹ، غصہ، غم اور مختلف جذبات ابھرتے ہیں اور میرا تجربہ ہے کہ کہانی یا مضمون کی صورت میں اپنے خیالات کا اظہار کر دینے سے نسبتاً سکون مل جاتا ہے۔"(۴)

عصمت کے ہاں عموماً کم عمر مسلمان لڑکیوں کے مسائل کا ادراک ملتا ہے۔اس حوالے سے انھوں نے خاص مہارت کا ثبوت دیا ہے۔

ان کے افسانے "چوتھی کا جوڑا" کا موضوع غریب گھرانوں کی شادی بیاہ کے مسائل کے حوالے سے ہے۔ غربت کی محرومیوں کی وجہ سے یہ طبقہ ہزار مسائل کا شکار رہتا ہے۔ غریب ماں باپ اس کے لیے جتنی قربانیاں دیتے ہیں وہ سب اس افسانے میں بیان ہوا ہے۔ جہیز کی لعنت کے حوالے سے یہ افسانہ اہم ہے۔ زندگی اُس وقت کس قدر بے رحم بن جاتی ہے جب لڑکی کے والدین اپنی حیثیت سے بڑھ کر جہیز بناتے ہیں۔ تاکہ ہماری بیٹی کو سب کچھ اچھا ملے۔ اُسے ہر سہولت ملے، وہ کسی کی محتاج نہ ہو۔ پورے خاندان میں اُس جہیز کے متعلق چہ میگوئیاں ہوتی رہتی ہیں کہ یہ اپنی بیٹی کے لیے کیا کیا خریدے گا۔ سب کی نظریں اسی کے اوپر رہتی ہیں۔ باپ کی حیثیت کا کوئی نہیں سوچتا بلکہ سب خوش ہوتے ہیں کہ اچھا ہوا کہ اس کو تھوڑا نقصان تو مل جائے۔ یہی وجہ ہے کہ لڑکی کے ماں باپ مر مر کر جیتے ہیں۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

> "کبریٰ کی ماں کپڑے کی کتر بیونت اور ناپ تول میں بہت ماہر تھی۔ جب کوئی کپڑا سلوانا ہوتا۔ چوتھی کا جوڑا ہو یا کفن، محلہ بھر کی عورتیں اس کے ہاں دوڑتی آتیں اور اس کا آنگن ان کی آوازوں سے گونجنے لگتا۔ کبریٰ کی ماں کپڑے کی کان نکالتی کلب توڑ تیم، کبھی تکون بناتی بھی چوکھٹا۔ کپڑے پر نظر جما کر دل ہی دل میں حساب بٹھاتی۔ کتر بیونت کرتی اور جب اسے کامل اطمینان ہو جاتا تو اس کے شکن زدہ چہرے پر ہلکی سے مسکراہٹ کھیلتی اور وہ قینچی اٹھا لیتی، اور وہاں موجود عورتیں جو سانس روکے اماں کے فیصلے کی منتظر ہوتی ایک لمبی گہری اطمینان کی سانس لیتیں۔"(۵)

مذکورہ افسانے میں کبریٰ کی ماں کا یہی وطیرہ تھا کہ وہ اس قسم کے کام کر کے جو کچھ کما لیتی اُس کو جوڑ جوڑ کر کبریٰ کے لیے ایک آدھ جوڑا بنا کر رکھ دیتی/ ایک اور مسئلہ بھی تھا کہ وہ اپنی بیٹی کے لیے کوئی موزوں رشتہ بھی تلاش کرنا چاہتی تھی۔ یہ انتظار اتنا طویل ہو گیا کہ بے چاری کبریٰ کو دق کی بیماری لاحق ہو گئی اور یوں وہ بے نیل و مرام اس دنیا سے بن بیاہی گزر گئی۔

عصمت کے افسانوں میں معاشرتی اقدار کے حوالے سے خاصا طنزیہ انداز پایا جاتا ہے۔ان کے افسانے سماجی مسائل کے حوالے سے خاصے اہم ہیں۔ چھوٹی چھوٹی خواہشات اور ارمان جو معصوم بچیوں کی آنکھوں میں رچ بس جاتے ہیں اور پھر وہ شادی ہونے تک آنکھوں میں بسائے رکھتی ہیں۔ان کے خوابوں کے دیوتا جو شاید اُن

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.03 (2025)

کو نصیب بھی نہیں ہوتے مگر وہ بے چاری معصوم بچیاں انھیں دل و دماغ میں لیے پھرتی ہوتی ہیں اور اکثر اوقات ان کے ارمانوں کا خون بھی ہو جاتا ہے اور ان کے رشتے ان کی توقعات کے بالکل خلاف ایسی جگہوں پر ہو جاتے ہیں کہ وہ حیران و پریشان رہ جاتی ہیں۔ یہ بھی ان کی زندگی کی ایک بڑی ٹریجڈی ہے کہ انھیں اپنی امیدوں کے ارمان ناکام ہوتے نظر آتے ہیں۔ انھی مسائل کے حوالے سے عصمت چغتائی کے ہاں طنز کا تیکھا پن پایا جاتا ہے۔ ان کے چبھتے ہوئے طنزیہ جملے اور فقرے ان سماجی اقدار کے خلاف ان کے مہلک ہتھیار ہیں۔ ان کے ہاں ہنسی مذاق کی شوخی بھی اپنی انتہا پر ہوتی ہے اور شگفتہ مذاق کی باتیں کرتے ہیں تو پیار و محبت اور خلوص کے معاملات کے ایسے تیکھے اور پُر تکلف جملے ملتے ہیں کہ انسان عش عش کر اٹھتا ہے۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"ہٹ جاؤ صلاح الدین! حد ہوتی ہے بیہودگی کی۔ مجھے یہ باتیں پسند ہیں۔"

"ایں ـــــ اس کا منہ اتر گیا، کیا ہوا بجو؟"

"میرا بولنا۔۔۔۔۔ میرا۔۔۔۔۔ آپ کو برا لگتا ہے۔"

"ہاں مجھے برا لگتا ہے۔ اچھی بات نہیں۔ لوگ۔۔۔۔۔"

"لوگ؟ کون لوگ؟ کون لوگ ہیں وہ مجھے بھی بتاؤ ذرا؟"

"کوئی بھی ہوں، وہ میری اور تمہاری بہتری چاہنے والے۔"

"بہتری" وہ سرخ ہو گیا۔

"ہاں اسی میں بہتری ہے۔ اور "میں تیزی سے چلی آئی۔"(۶)

ایک اور مثال ملاحظہ ہو:

"مجھے تم سے کام کروانے میں مزہ آتا ہے۔ جب میں نوکر ہو جاؤں گا تو تمہیں اپنے پاس رکھوں گا۔"

"ہوش میں تو ہو؟، میری جوتی رہتی ہے تیرے پاس۔"

"دیکھ لینا میں تمہیں لے لوں گی۔ گود لے لوں گا۔ ہنستی کیوں ہو؟" مجھے ہنسی "آ گئی۔

"اور پھر تمہیں ہوائی جہاز میں بٹھاؤں گا۔ ہاں" وہ آنکھیں گھما کر بولا۔"(۷)

عصمت کے ہاں مشاہداتی حوالے سے خاصی بحث ملتی ہے۔ ان کا مشاہدہ نہایت وسیع ہے اور وہ اس سے کام لیتی ہیں اور اس مشاہدے کا اظہار وہ خود یا اپنے کرداروں کے منہ سے بے تکلف کراتی ہیں۔ وہ اپنے کرداروں کے ذریعے سے نہایت بے باکانہ انداز میں ان کے جذبات و احساسات کا اظہار کرواتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس سے ان کے جذبات و احساسات کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ وہ عورت کے منہ سے اُس کے جذبات بلا تکلف کہلاتی ہے۔ انھوں نے افسانوں میں متوسط طبقوں کے مسائل کو ایسی دل کشی اور شگفتگی کے ساتھ بیان کیا ہے کہ اس سے ان کے رہن سہن کی مکمل عکاسی ہوتی ہے اور ان کی نشست و برخاست سے مکمل آگاہی ملتی ہے۔ اس طبقہ کی سوچ و فکر کی عکاسی اس انداز میں کی گئی ہے کہ قارئین خود ہی ان کے خیالات سے متفق ہو جاتے ہیں۔ چوں کہ یہ سب کچھ بقول ان کے خود اپنی ذات پر بیتی ہوتی ہے۔ ان کی اپنی سہیلیوں اور دوستوں کے مسائل کا ادراک ان کے افسانوں کی زینت بنا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاں جو بھی واقعہ بیان ہوا ہے، اپنی پوری صداقت اور ت ایمان داری سے لبریز ہے۔ مثلاً ان کے افسانے "لحاف" کو اگرچہ اردو کا بدنام ترین افسانہ کہا جاتا ہے مگر یہ عصمت چغتائی کے فن کی معراج ہے کہ انھوں نے جو دیکھا بلا کم و کاست بیان کیا ہے۔ افسانے کا موضوع ہم جنسیت ہے جو اگرچہ ہمارے معاشرے میں ممنوع ہے مگر ایسے مسائل تو ہمارے سماج کا حصہ ہیں۔ ایک مثال ملاحظہ ہو:

"بیگم جان سے شادی کر کے تو وہ انھیں کل ساز و سامان کے ساتھ ہی گھر میں رکھ کر بھول گئے اور وہ بیچاری دبلی پتلی نازک سی بیگم تنہائی کے غم میں گھلنے لگی۔"(۸)

یہ افسانہ عصمت چغتائی کے معتوب افسانوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس افسانے میں تجسس و جستجو اپنی انتہا پر ہوتے ہیں کہ اچانک ہی افسانے کا اختتام ہو جاتا ہے۔ اس افسانے کے حوالے سے پطرس بخاری اپنے ایک مضمون میں یوں لکھتے ہیں:

"اس کہانی کی قیمت یوں گھٹ جاتی ہے کہ اس کا مرکز ثقل کوئی دل کا معاملہ نہیں بلکہ ایک جسمانی حرکت ہے۔ شروع میں یہ خیال ہوتا ہے کہ بیگم جان نفسیات کو بے نقاب کریں گی۔ پھر امید بندھتی ہے کہ جس

لڑکی کی زبانی کہانی سنائی جارہی ہے اس کے جذبات میں دلچسپی ہوگی۔ لیکن ان دونوں سے ہٹ کر کہانی آخر میں ایک اور ہی سمت اختیار کر لیتی ہے اور اپنی نظریں اڈتے ہوئے لحاف پر گاڑ دیتی ہے۔ چنانچہ پڑھنے والا بے چارہ اپنے آپ کو اس قسم کے لوگوں میں شامل پاتا ہے جو جانوروں کے معاشقے کا تماشہ کرنے کے لیے سڑک کے کنارے اکڑو بیٹھ جاتے ہیں۔"(۹)

ان کے افسانوں "لحاف" اور "ہم سفر" پر اکثر ناقدین نے اعتراضات کیے ہیں حالاں کہ وہ خود اس حوالے سے لکھتی ہیں کہ ان سے لغزش ہوگئی لیکن ساتھ ساتھ وہ منٹو کو بھی اپنے ساتھ شامل کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

"میں نے کبھی اپنی غلطی کو ماننے سے انکار نہیں کیا۔ ہاں مجھ سے غلطی ہوگئی تھی۔ مجھے ایسے جرم کا اعتراف تھا۔ صرف منٹو ایک ایسا انسان تھا جو میرے بزدلانہ رویے پر بھڑک اٹھتا تھا۔ میں خود اپنے خلاف تھی اور وہ میری حمایت کرتا تھا۔"(۱۰)

"لحاف" ایک ایسا افسانہ تھا جس نے خود ان کی اپنی زندگی بھی عذاب بنا رکھی تھی اور ان کے اپنے شوہر شاہد لطیف کے ساتھ طویل عرصہ تک اَن بَن رہی۔ بعد میں انھوں نے تاحیات اس لغزش سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور آئندہ کے لیے اس طرح کے جنسی افسانے لکھنے سے توبہ کر لی۔

عصمت کے افسانوں میں عموماً سماجی ناانصافیوں کے حوالے سے خاصا احتجاج ملتا ہے۔ وہ اس ناانصافی کے خلاف اپنی کہانیوں میں صدائے احتجاج بلند کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ وہ مسلم خواتین کے چھوٹے چھوٹے نفسیاتی مسائل کو اپنے افسانوں میں جگہ دیتی ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ وہ خود اسی ماحول کا حصہ رہی ہی۔ اسی فضا میں پلنے والی بے چینیاں انھیں لکھنے پر اکساتی ہیں اور وہ ان محرومیوں کا ازالہ کرنے کے لیے کمربستہ ہو جاتی ہیں اور ان مسائل کو صفحۂ قرطاس پر بکھیر دیتی ہیں۔

افسانہ "دوہاتھ" میں انسانی بے حسی کو موضوع بنایا گیا ہے۔ افسانے کا مرکزی کردار یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس کی بیوی گوری نے کسی اور کے ناجائز بچے کو جنم دیا ہے، اپناتا ہے۔ یہ ایک ایسے معاشرے کی کہانی ہے جہاں اس طرح کی حرکتیں معمول کا حصہ ہیں۔ رشتوں کی پاکیزگی کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی بلکہ پیٹ کی آگ کو بجھانے کے لیے کچھ بھی کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ باقی جو کچھ بھی ہو، ہوتا رہے ان کو پرواہ نہیں ہوتی۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"ابے نرا الو کا پٹھا ہے تو! نکال باہر کیوں نہیں کرتا کمبخت کو؟

"نہیں سرکار! کہیں ایسا ہوئے سکے ہیں، رام اوتار گھگھیانے لگا۔

"کیوں بے؟"

"ہجور! ڈھائی تین سو پھر سگائی کے لیے کہاں سے لاؤں گا اور برادری جانے میں سو دو سو الگ کھرچ ہو جائیں گے۔"

"کیوں بے، تجھے برادری کیوں کھلانی پڑے گی؟ بہو کی بدمعاشی کا تاوان تجھے کیوں بھگتنا پڑے گا؟"

"جے میں نہ جانوں سرکار! ہمارے میں ایسا ہوا ہے"

"مگر لونڈا تیرا نہیں رام اوتار۔ اس حرامی رتی کا ہے"

ابا نے عاجز آکر سمجھایا۔

"تو کا ہوا سرکار؟ میرا بھائی ہوتا ہے رتی رام۔ کوئی گیر نہیں۔

اپنا کھون ہے"

"نرا الو کا پٹھا ہے" ابا بھنا اٹھے

"سرکار لونڈا بڑا ہو جائے، اپنا کام سمیٹے گا۔" رام اوتار نے گڑگڑا کر سمجھایا۔

"وہ دو ہاتھ لگائے گا، سو اپنا بڑھاپا سنور جائے گا۔"

ندامت سے رام اوتار کا سر جھک گیا۔"(۱۱)

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.03 (2025)

اس افسانے میں ایک ایسے گھرانے کی کہانی بیان کی گئی ہے جو غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔اس گھرانے میں صرف پیٹ پوجا کو ہی سب کچھ سمجھا جاتا ہے۔وجہ یہ ہے کہ غربت انسان سے سب کچھ چھین لیتی ہے۔وہ بے غیرت بن جاتا ہے۔کہانی کا مرکزی کردار بھی اسی قسم کا ہے کہ اس کی بیوی اس کے لیے اپنے ہی بھائی کے ساتھ ناجائز تعلق استوار کر کے ایک ناجائز بچے کو جنم دیتی ہے۔مگر رام اوتار اپنی عزت کی وجہ سے اس پر اُسے اُف تک نہیں کر سکتا۔وجہ یہ ہے کہ اس پر بھی اضافی خرچہ آئے گا جو وہ اٹھانے سے قاصر ہے۔اس افسانے کے حوالے سے فضیل جعفری لکھتے ہیں:

> "کہانی کا اختتام افسانے کی شدت تاثیر کو یقیناً مجروح کرتا ہے اور ڈرامائی کش مکش پر جذباتیت غالب آجاتی ہے۔افسانے کے اختتام پر اور کہیں کہیں بیچ میں ان کی تقریروں اور تبصروں کے باوجود ان کا افسانوی اسلوب ہمیشہ اپنے خالق سے وفادار رہتا ہے۔۔۔۔۔لیکن عصمت کا اسلوب موضوع سے الگ ہٹ کر بجائے خود ایک ایسا بے تعلق اور تخلیقی اسلوب جس نے افسانوی ادب کو بے روح نہیں ہونے دیا۔"(۱۲)

عصمت کے افسانوں میں سماجی اقدار کی شکست وریخت کے حوالے سے خاصی بحث ملتی ہے۔مثلاً کسی گھر میں لڑکا پیدا ہو جائے تو خوشیوں کے شادیانے بجنے لگتے ہیں جب کہ لڑکی کے پیدا ہونے پر غم وغصہ پایا جاتا ہے۔یہ مسئلہ ہمارے پورے معاشرے کا ایک اہم موضوع ہے۔افسانے "سونے کا انڈہ" میں بھی کچھ ایسی ہی صورتِ حال پیدا ہو جاتی ہے جب ایک عورت زچگی کے عمل کے دوران بڑی مشکل میں ہوتی ہے اور اس کے منہ سے درد بھری آوازیں نکلتی ہیں۔آخر کار دایا کی بڑی کوششوں سے تخلیق کا عمل مکمل ہو جاتا ہے تو عورتوں کے منہ لٹک جاتے ہیں کہ ہائے یہ تو لڑکی پیدا ہوئی ہے۔اس طرح سارا ماحول مغموم بن جاتا ہے۔سارے گھر پر غموں کا پہاڑ ٹوٹ جاتا ہے۔وجہ یہ تھی کہ سب کو لڑکے کا انتظار تھا۔اقتباس کچھ یوں ہے:

> "تجربے کار بیویاں اڑتی چڑیوں کے پر گن لیتی ہیں۔آواز سن کر ہی پتا چلتا ہے کہ بندو میاں پر ڈگری صادر ہو گئی ہے۔لڑکی ہوئی تو ہواں ہواں اور لڑکا ہوتا تو "ہیاں، ہیاں" مطلب یہ لڑکی پیدا ہوتی ہے تو کہتی ہے کہ گھر کی دولت ہواں (وہاں) چل یعنی پرائے گھر اور جو لڑکا آتا ہے تو اطمینان دلاتا ہے کہ دولت ہیاں (یہاں) لاؤں گا اور یہ سب دولت کی دھوم ہے۔"(۱۳)

الغرض عصمت چغتائی کے افسانوں میں سماجی حوالے سے عورت کے کردار و گفتار اور اس کی حیثیت کے حوالے سے خاصی بحث کی گئی ہے۔چاہے وہ بیٹی ہے، بہو ہے، ساس ہے، ماں ہے یا بیٹی ہے۔ان سب حوالوں سے عصمت اس کی سماجی حیثیت کو اپنے افسانوں میں نمایاں انداز میں پیش کرتی ہیں اور اس کے مسائل کو کھلے عام اپنی بحث کا حصہ بناتی ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ کرشن چندر، مشمولہ، مجموعہ عصمت چغتائی (افسانے) از عصمت چغتائی، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۲۱۵

۲۔ پطرس بخاری، بہ یار عصمت چغتائی، مشمولہ، نیا افسانہ: مسائل ومیلانات، از قمر رئیس، ہندوستانی اکیڈمی، دہلی، ص ۱۰

۳۔ سلمیٰ صدیقی، عصمت کا جادو، مشمولہ، مکالمات، دہلی، (عصمت چغتائی نمبر) ۱۹۹۱ء، ص ۹۹

۴۔ خلیل بازید پوری، انٹرویو از عصمت چغتائی سے ایک ملاقات، مشمولہ، مجلہ شیرازہ، دہلی، شمارہ ۸، ص ۲۸

۵۔ عصمت چغتائی، مجموعہ عصمت چغتائی، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۱۰۹

۶۔ عصمت چغتائی، افسانہ بھول بھلیاں، مجموعہ عصمت چغتائی، ص ۹۷

۷۔ ایضاً

۸۔ عصمت چغتائی، افسانہ لحاف، مشمولہ ایضاً، ص ۱۵۳

۹۔ احمد شاہ پطرس بخاری، حوالہ ایضاً، ص ۱۳

۱۰۔ عصمت چغتائی، کاغذی ہے پیرہن، مشمولہ، ماہنامہ آج کل، دہلی، ۱۹۷۹ء، ۱۹۷۹ء، ص ۴

۱۱۔ عصمت چغتائی، مشمولہ ایضاً، ص ۱۲۱

۱۲۔ فیصل جعفری، عصمت چغتائی کا فن، مشمولہ، اردو افسانہ روایت اور مسائل، از ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، علم وعرفان پبلشرز، لاہور، ۲۰۱۳ء، ص ۴۳۳

۱۳۔ عصمت چغتائی، افسانہ سونے کا انڈہ، مشمولہ ایضاً، ص ۲۹۲